FORB Learning Platform

اسکرپٹ: مذہب یا عقیدے کی آزادی کی حدود

آپ کو خبروں سے یا خود اپنی زندگی کے تجربے سے معلوم ہوگا کہ بہت سی حکومتیں مذہب یا عقیدے کی آزادی پر پابندیاں لگاتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مذہبی اظہارات پر پابندی کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے۔ تو ہم کیسے جان سکتے ہیں کہ یہ پابندیاں درست ہیں جن کی اجازت دی جاسکتی ہے یا نہیں۔

انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون کے مطابق، کوئی مذہب یا عقیدہ رکھنے، تبدیل کرنے، اختیار کرنے یا چھوڑنے کا حق حتمی اور مطلق ہے جس کو کبھی محدود نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم دوسری طرف کسی مذہب یا عقیدہ کا اظہار کرنے کا حق محدود کیا جاسکتا ہے لیکن صرف اس وقت جب درج ذیل چار اصولوں کی پابندی کی گئی ہو:

1۔ ایسی تمام حدوں یا پابندیوں کا تعین قانون میں کیا گیا ہو۔

اس کا مقصد ریاستوں، پولیس اور عدالتوں کو غیر متوقع طور پر یا عدم تسلسل کے ساتھ کوئی عمل کرنے سے روکنا ہے۔

2۔ یہ حدیں عائد کرنا عوام کے تحفظ، امن عامہ، صحت یا اخلاق یا دوسروں کے مذہب یا عقیدے کے تحفظ کے لیے ضروری ہو۔

یہ بہت اہم ہے۔ کچھ حدود کو اس لیے لاگو کرنا کہ یہ دوسرے لوگوں کے تحفظ کے لیے ضروری ہے، ووٹ حاصل کرنے کے لیے پابندیاں لگانےسے بہت مختلف ہے۔

3۔ یہ پابندیاں یا حدود امتیازی نہ ہوں۔

4۔ اور کوئی بھی حدود یا پابندیاں اس مسئلے کی مناسبت سے ہوں جو کسی مذہب یا عقیدے کے اظہار کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

یہ اصول واقعی بہت اہم ہیں۔ ان کے بغیر حکومتیں جس گروہ یا رسم / عمل پر جسے وہ پسند نہ کرتی ہوں، جب چاہیں اورجیسے چاہیں پابندی لگا دیں۔ یہ پابندیاں ریاستی کنٹرول کے لیے نہیں بلکہ ایک آخری چارہ کار کے طور پر ہیں۔

آئیے ایک فرضی مثال کے ذریعے سمجھتے ہیں کہ ان اصولوں کا کیا مطلب ہے۔

ایک ایسے قصبے کا تصور کریں جہاں پانچ مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ ان سب کی اپنی عبادت گاہیں ہیں جہاں سے سب کی اپنی اپنی طرح مخصوص اونچی آوازیں باہر آتی ہیں جن سے باقی پڑوسی پریشان ہوتے ہیں۔ لیکن پولیس کو صرف ایک چھوٹے اور غیرمقبول مذہبی گروہ کے بارے میں شکایات موصول ہوتی ہیں۔

اونچی آوازوں کا شور صحت اور عوامی صحت کے لیے مضر ہے اور اس پر پابندی لگانے کا جواز موجود ہے۔ چنانچہ مقامی انتظامیہ کو کیا کرنا چاہیے؟ کس طرح کی پابندیاں ضروری، غیر امتیازی اور عوامی صحت کے تحفظ کے لیے مناسب ہیں؟

اس معاملے میں، ایک عام قانون جو عوامی اجلاس کے لیے آوازوں کی سطح کا تعین کرے مناسب ہے۔ ایک ایسا قانون جو تمام مذہبی گروہوں اور دوسروں کے لیے یکساں نافذ ہو۔ اگر کوئی بھی گروپ اپنی آوازوں کو مقررہ حد سے بڑھاتا ہے تو مناسب ہوگا کہ ان آوازوں کی سطح کم کی جائے یا ان پر جرمانہ عائد کردیا جائے۔ تاہم یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ان سے مکمل خاموش ہوجانے کا مطالبہ کیا جائے یا انہیں عوامی اجلاس بلانے سے ہی یکسر منع کردیا جائے۔

اور پولیس کو یہ قانون صرف ایک غیر مقبول مذہبی گروہ کے خلاف نہیں جس کے خلاف شکایت ملی، بلکہ سب پر یکساں لاگو کرنا ہوگا۔

یہ ایک چھوٹی اور سادہ سی مثال ہے۔

جب ہم مذہب یا عقیدے کی آزادی کی بڑی بڑی خلاف ورزیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو جب پابندیاں واضح طور پر غیر ضروری، امتیازی اور غیر مناسب ہوں تو ان میں عام طور پر انہی اصولوں کو نظر انداز کیا گیا ہوتا ہے۔

کچھ ممالک ایسی تمام مذہبی سرگرمیوں پر پابندی لگا دیتے ہیں جو اس مقصد کے لیے رجسٹر شدہ عمارت کے باہر وقوع پذیر ہوں۔ اس سے وہ شکرانے کی دعا بھی غیر قانونی ٹھہرتی ہے جو لوگ اپنے مہمانوں کے ساتھ کھانے سے پہلے پڑھتے ہیں۔ اس طرح کی پابندی یقیناً درست نہیں ہے۔

لیکن بہت سے ایسے معاملات ہیں جو متنازع ہیں۔ کیا فرانس میں ایک ٹاؤن میئر کے لیے ٹھیک ہے کہ وہ برکینی پر پابندی لگائے، جو تالاب میں تیرنے کا ایک ایسا لباس ہے جس میں چہرے کے علاوہ پورا جسم ڈھانپا جاتا ہے؟ یا بھارت کے کچھ علاقوں میں انتظامیہ دوسروں کو اپنے عقیدے کے بارے میں بتانے پر پابندی لگا سکتی ہے؟

اس پریزنٹیشن میں ہم ان سات سوالوں کا جائزہ لیں گے جو عدالتوں کو یہ طے کرنے کے لیے پوچھنے چاہئیں کہ کیا کوئی پابندی درست ہے یا نہیں؟ امید ہے اس سے آپ کو ان پابندیوں کا جائزہ لینے میں مدد ملے گی جن کا آپ کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جب ایک ریاست پابندی لگاتی ہے تو پہلا سوال یہ پوچھنا چاہیے کہ کیا اس پابندی سے مذہب یا عقیدہ رکھنے یا اختیار کرنے کے حتمی حق پر زد پڑتی ہے یا اس کے اظہار کرنے کے حق پر؟

اگر تو حتمی حق پر پابندی لگائی جارہی ہے تو درست نہیں ہے لیکن اگر اس کے اظہار کو محدود کیا جارہا ہے تو اگلا سوال پوچھنا چاہیئے۔

کیا جس رویے پر پابندی لگائی جارہی ہے وہ مذہب یا عقیدے کے اظہار پر ہے یا محض ایک رویے پر ہے؟

اکثر کام جو ہم کرتے ہیں وہ ہمارے عقیدے کے مطابق ہوتے ہیں۔ لیکن ہر کام جو ہم کرتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ ہمارے مذہب یا عقیدے کے اظہار کی ایسی شکل ہو جس کا تحفظ کیا گیا ہے۔ جب کوئی شخص یہ شکایت کرتا ہے کہ اس کے اظہار کا حق محدود ہوا ہے تو عدالتیں سب سے پہلے یہ دیکھا کرتی ہیں کہ جس رویے کو محدود کیا گیا ہے کیا وہ مذہب یا عقیدے کا اظہار ہے بھی یا نہیں۔ وہ ایسے رویے اور اس کے عقیدے کے درمیان تعلق کو دیکھتی ہیں کہ کیا اس کا کوئی براہ راست تعلق عقیدے سے ہے۔

کبھی کبھار یہ جاننا بہت آسان ہوتا ہے۔ جیسے چرچ جانے کا تعلق مسیحیت سے ہے اور روزے رکھنے کا قریبی تعلق اسلام سے ہے۔

لیکن ہمیشہ یہ اتنا آسان نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کسی ایک مسیحی کے لیے صلیب یا کراس پہننا اتنا اہم نہ ہو جتنا یہ کسی دوسرے مسیحی کے لیے ہو جو اسے اپنی مذہبی شناخت کا ضروری اظہار سمجھتا ہے۔ اسی طرح مسلمان خواتین اپنا سر ڈھانپنے کے حوالے سے مختلف اعتقادات رکھتی ہیں۔

عدالتوں کا یہ کام نہیں کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ کون سا عقیدہ درست ہے۔ کسی مذہبی اظہار کے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے عدالتوں کو یہ تعین کرنے میں مشکل پیش آتی ہے کہ کون سی مذہبی تعبیر کو ترجیح دی جائے۔ انسانی حقوق افراد کے حقوق ہوتے ہیں چنانچہ عدالتیں زیادہ تر اس شخص کے متعلقہ عقیدے کو دیکھتی ہیں نہ کہ کسی مذہبی ادارے کو۔ اور یہ دلیل دیتی ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی عمل کو اپنے مذہب کا اظہار سمجھتا ہے تو اس کے نزدیک ایسا ہی ہے۔

جب ہم یہ طے کرلیں کہ ایک محفوظ اظہار پر پابندی لگائی جا رہی ہے تو ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ پابندی قانون کے مطابق ہے؟

کیا کوئی تحریر شدہ قانون ہے یا کسی کیس کی نظیر موجود ہے یا یہ ایک رواجی قانون ہے جو یہ پابندی لگا رہا ہے؟ یا یہ پابندی افسروں کی طرف سے کسی قانونی بنیاد کے بغیر لگائی جارہی ہے؟ اگر کوئی قانونی بنیاد موجود نہیں ہے تو پابندی جائز نہیں ہے۔

اگلا قدم یہ جائزہ لینا ہے کہ کیا یہ پابندی کسی جائز حق کے تحفظ کے لیے ضروری ہے؟ اس کا جواب دینے کے لیے سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ کیا جس عمل کو محدود کیا جارہا ہے اس میں اور جائز وجوہات میں کوئی براہ راست تعلق ہے؟ اور دوسرا یہ دیکھنا کہ کیا یہ پابندی ضروری ہے؟ چلیے ان دونوں سوالوں کا باری باری جائزہ لیتے ہیں۔

بین الاقوامی قانون کے مطابق، مذہب یا عقیدے کی آزادی کو محدود کرنے کی جائز وجوہات صرف یہ ہیں کہ عوام کے تحفظ، نظم و نسق، عوام کی صحت، اخلاق یا دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کا تحفظ کرنے کے لیے ایسا ضروری ہے۔

چنانچہ جس رویے کو محدود کیا جارہا ہے کیا وہ ان صورتوں میں سے کسی صورت کو پامال کرتا ہے؟ اور کیا اس کی کوئی شہادت موجود ہے؟

ریاست کو پابندی لگانے سے پہلے مندرجہ بالا کسی صورت اور اس عمل کے درمیان، جس عمل کو محدود کیا جارہا ہے، **براہ راست تعلق** کو واضح کرنا ہوگا۔

ہندو ذات پات کے نظام میں لوگوں کو اعلی اور کم تر ذاتوں اور بغیر ذات کے گروپوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ بغیر ذات کے گروہوں کو سخت امتیاز اور سماجی اور معاشی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کچھ مندروں میں بغیر ذات کے ہندوؤں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ بھارت نے 1949 میں ذات پات کا نظام ختم کردیا اور اب مندروں کو اجازت نہیں کہ وہ بغیر ذات کے ہندوؤں کو مندر میں داخلے سے روک سکیں۔ یہ پابندی مطلوبہ شرائط پر پورا اترتی ہے، کیونکہ ذات پات کی بنیاد پر امتیاز کو روکنے اور دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کا تحفظ کرنے میں واضح اور براہ راست تعلق ہے۔

لیکن لگائی جانے والی تمام پابندیوں میں ایسا واضح تعلق ظاہر نہیں کیا جاسکتا اور بعض اوقات حکومتیں ان جائز وجوہات کو غلط پیش کرتی ہیں یا ان کا غلط استعمال کرتی ہیں۔

مذہب یا عقیدے کی آزادی پر پابندیوں کا اکثر تعلق **عوامی نظم و نسق** سے ہوتا ہے۔ عوامی نظم و نسق سے متعلق قوانین بہت سی چیزوں کا بند وبست کرتے ہیں جن میں دھمکیاں، حملہ، تشدد پر ابھارنا اور بعض اوقات توہین مذہب بھی شامل ہوتی ہے۔

مذہب یا عقیدے کے اظہار کی آزادی کا لازمی طور پر تعلق وہ بات کہنے کے حق سے ہے جسے آپ اپنے عقیدے کے مطابق درست سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے اپنے عقیدے کا اظہار پرامن طریقے سے کیا جاسکتا ہے اور ان طریقوں سے بھی جن سے تشدد کو ہوا ملے۔ افسوس ہے کہ کچھ لوگ دوسروں کی طرف سے اپنے عقیدوں کے پرامن اظہار سے بھی، جو ان کے عقیدے سے مختلف ہو، طیش میں آجاتے ہیں اور اس کا جواب وہ تشدد سے دیتے ہیں۔

کچھ ریاستیں عوامی نظم و نسق کے نام پر کچھ عقیدوں کے پر امن اظہار پر بھی پابندی لگا دیتی ہیں، یہ کہتے ہوئے کہ ان سے بدامنی کا خطرہ ہے اور ان کی وجہ سے ہجوم تشدد پر آمادہ ہوسکتے ہیں۔ انڈونیشیا میں اسی بنیاد پر احمدی کمیونٹی اور لامذہب لوگوں کے عوامی اظہار پر پابندی لگائی گئی ہے۔ اس کے نتیجے میں تشدد کا شکار لوگوں پر بعض اوقات توہین مذہب یا تشدد پر اکسانے کا الزام لگ جاتا ہے، بجائے اس کے کہ حملہ کرنے والوں پر مقدمہ قائم کیا جائے۔

اس طرح کے قوانین سے تشدد نہیں رکتا۔ اس کی بجائے، ان سے یہ خیال مضبوط ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو 'غلط عقیدہ' رکھتے ہیں ان کو سزا دی جائے۔

ایک اور جائز وجہ جس کا تعین مشکل ہے وہ 'عوامی اخلاق' کا معاملہ ہے۔ کیا سب کی اخلاقیات ایک جیسی ہوتی ہے اور کس کی اخلاقیات 'عوامی' ہے؟ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ماہرین کہتے ہیں کہ عوامی اخلاق لازمی طور پر 'بہت سی سماجی، فلسفیانہ اور مذہبی روایات سے سامنے آنا چاہیے'۔ دوسرے لفظوں میں آپ محض اکثریت کی اخلاقیات کی بنیاد پر یہ پابندیاں نہیں لگا سکتے۔

شائد آپ کو حیرانی ہو کہ **'قومی سلامتی'** مذہب یا عقیدے کی آزادی کو محدود کرنے کی جائز وجہ نہیں ہے۔

کچھ حکومتیں کچھ مذہبی گروہوں کو مطعون کرتی ہیں، خاص طور پر ان گروہوں کو جن کا مذہب دشمن ملک کے اکثریتی مذہب جیسا ہو۔ اور انہیں قومی سلامتی کے لیے ایک خطرہ قرار دیتی ہیں۔ کنونشن (معاہدہ) تحریر کرنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ عوامی صحت، سلامتی اور نظم و نسق کو قائم کرنا، حقوق کو محدود کرنے کی کافی گنجائش پیدا کرتے ہیں اور ان جائز وجوہات میں قومی سلامتی کو شامل کرنے سے مذہب یا عقیدے کی آزادی پر عمل درآمد اس وقت نہایت مشکل ہوسکتا ہے جب اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہو۔

چنانچہ ہم نے یہ طے کردیا ہے کہ ریاستوں کو لگائی جانے والی پابندیوں اور ان کی جائز وجوہات میں **براہ راست تعلق** ثابت کرنا ہوگا۔ ہم نے یہ بھی جانا ہے کہ ان جائز وجوہات کی درست تعبیر اور اطلاق کو یقینی بنانا بہت اہم ہے۔

آئیے اب اپنے سوال کے دوسرے حصے کو دیکھتے ہیں ... کہ کیا یہ پابندیاں ضروری ہیں؟ یہ کسی سیاسی یا اکثریتی تناظر میں پسندیدہ تو نہیں ہیں لیکن ضروری ہیں۔

چلیے فرض کرتے ہیں کہ حکومت نے مجوزہ پابندی اور دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کے تحفظ کے درمیان براہ راست تعلق کو واضح کردیا ہے۔

کیا خطرہ اتنا زیادہ ہے کہ یہ پابندی لگائی جائے؟
کیا مجوزہ پابندی دوسروں کے حقوق کا تحفظ کرنے میں موثر ہوگی؟
اور کیا اس مسئلہ کو حل کرنے کے حقوق کو محدود کرنے کے علاوہ، کوئی اور راستے ہیں؟

اگر تو مسئلہ زیادہ خطرناک نہیں ہے، اگر مجوزہ پابندی مسئلے کے حل میں کردار ادا نہیں کرے گی، یا اگر پابندی لگائے بغیر اس مسئلے کو حل کرنے کے اور بھی راستے موجود ہیں، تو پھر اس پابندی کی ضرورت نہیں۔

چین کی حکومت دعویٰ کرتی ہے کہ بدھسٹ تربیتی مراکز میں لوگوں کی زیادہ تعداد کی وجہ سے صحت اور سلامتی کو خطرات لاحق ہیں۔ صحت اور سلامتی کا تحفظ پابندی کی جائز وجوہات ہیں۔ ایک حل یہ ہوسکتا ہے کہ ان مراکز کو وسیع کردیا جائے اور ضروری تعمیر نو ہوجائے۔ اس حل سے کسی کے حقوق محدود نہیں ہوتے۔ اس کے بجائے حکومت نے پورے علاقے کی عمارات گرا دیں اور ایک ہزار راہبات کو نکال دیا۔ یہ ضروری نہیں تھا۔

یقینا کچھ پابندیاں ضروری ہیں۔ اقوام متحدہ نے واضح طور پر کہا ہے کہ نقصان دہ روایتی رسموں پر پابندی ہونی چاہیے، جیسے مذہب قبول کرنے کی بعض رسومات اور عورتوں کے ختنہ کرنا۔

تاہم کچھ معاملات اتنے واضح نہیں ہیں۔ لیکن کسی پابندی کو ضروری ثابت کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔

جب ایک بار یہ طے ہوجائے کہ ریاست کے پاس کوئی پابندی لگانے کی جائز وجوہات ہیں، اور پابندی ضروری ہے، تو ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا پابندی امتیازی ہے؟

آپ شائد سوچیں کہ یہ دیکھنا آسان ہے کہ آیا قوانین، پالیسیاں یا پریکٹیسز امتیازی ہیں یا نہیں۔ اور اگر یہ پابندی کچھ لوگوں پر لگے اور کچھ پر نہیں تو یہ امتیازی ہے۔ یہ براہ راست امتیاز ہے جس پر پابندی ہے۔

لیکن بعض اوقات وہی قوانین جو سب پر نافذ ہوتے ہیں کچھ لوگوں پر ان کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے اور کچھ لوگوں پر بالکل اثر نہیں ہوتا۔ اس کو بالواسطہ امتیاز کہتے ہیں۔

چلیے دوبارہ اسی مثال کو دیکھتے ہیں کہ جہاں ایک قصبے میں عبادت گاہوں کی اونچی آوازوں سے پڑوسی پریشان ہوتے ہیں۔ کونسل نے ایک ایسا قانون بنایا ہے جو عوامی اجلاس میں آوازوں کو محدود کرتا ہے اور مذہبی گروہ اپنے لاؤڈ سپیکرز کی آواز اس کے مطابق کم کرلیتے ہیں۔ لیکن چرچ کی گھنٹیاں بہت زیادہ اونچی ہیں اور آپ انہیں کم نہیں کرسکتے۔ اس قانون پر عمل کرتے ہوئے چرچ کو اپنی ایک روایتی رسم کو چھوڑنا پڑے گا جبکہ دوسرے مذاہب کو اس سے فرق نہیں پڑتا۔

یہ بالواسطہ امتیاز ہے۔

عمومی قوانین کی ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن کا نتیجہ بالواسطہ امتیاز کی صورت میں سامنے آتا ہے:

بہت سے ممالک میں چاقو یا تلوار کو عوامی جگہوں پر لے جانے پر پابندی ہے۔ اس سے کسی مذہب والوں کو فرق نہیں پڑتا، سوائے سکھوں کے۔ سکھ مردوں کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے لباس میں کرپان رکھیں جو تلوار یا چاقو کی ایک رسمی شکل ہے۔ چنانچہ اس قانون سے سکھوں پر پابندی لگتی ہے کہ وہ اپنا ایک مذہبی فریضہ پورا کرسکیں۔

بعض ملکوں میں شہری منصوبہ بندی والوں کی طرف سے نئی بننے والی عمارتوں کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے آس پاس کی عمارتی جائیداد کے مالکان سے منظوری حاصل کریں۔ لیکن اس میں پڑوسی تعصب برت سکتے ہیں۔ چنانچہ چھوٹے اور غیر روایتی گروپوں کے مقابلے میں روایتی گروپوں کے لیے یہ اجازت نامہ حاصل کرنا آسان ہوتا ہے۔

پالیسیوں اور پریکٹسز سے بھی مسائل پیدا ہوسکتے ہیں۔ اگر کوئی یونیورسٹی داخلے کے امتحان ہمیشہ ہفتہ کے دن منعقد کرتی ہے تو اس سے ایڈونٹسٹ اور باعمل یہودیوں کے لیے مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ اکثر اقلیتی کارکنوں کو اپنے مذہبی تہواروں کے بجائے اکثریتی مذہبی تہواروں کے مطابق چھٹیاں لینی پڑتی ہیں۔

براہ راست امتیاز پر ہر صورت پابندی ہے۔ تاہم عدالتوں کو چاہیے کہ وہ بالواسطہ امتیاز کے عملی مسئلہ کو ہر ممکنہ حد تک حل کرنے کی کوشش کریں۔ اور اکثر سادہ حل تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ اوپر قصبے کی مثال میں عدالت اتوار اور مذہبی تہواروں پر چرچ کی گھنٹیاں بجانے کی اشتثنائی اجازت دے سکتی ہے۔

سویڈن میں یونیورسٹی کے داخلے کے امتحان ہفتے کے دن منعقد ہوا کرتے تھے۔ اب وہ جمعہ کے دن بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔ اور کام کی جگہوں پر یونیفارم میں کسی کی مذہبی ضرورت کے تحت تبدیلی کی اجازت بھی دی جاسکتی ہے جیسے پگڑی باندھنے کی۔

لیکن عدالتیں جانتی ہیں کہ ہمیشہ ایسا ممکن نہیں۔ بالواسطہ امتیاز قانونی ہوسکتا ہے اگر ثابت کیا جاسکے کہ اس کی بڑی وجہ موجود ہے --- یعنی اس کا ایک معروضی جواز ہے۔

مثال کے طور پر، ہسپتال کی انفیکشن کنٹرول کرنے کی پالیسیاں، سٹاف پر کوئی زیور پہننے پر پابندی لگاتی ہیں جن سے کچھ گروہوں کے ساتھ امتیاز ہوتا ہے۔ لیکن عوامی صحت کی بنیاد پر اس کا جواز موجود ہے۔

عوامی صحت کو یقینی بنانا مذہب یا عقیدے کی آزادی کو محدود کرنے کی جائز وجہ ہے۔ لیکن بالواسطہ امتیاز کے حوالے سے عدالتیں دیگر وجوہات کو بھی تسلیم کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک کمپنی یہ دلیل دے سکتی ہے کہ پالیسیاں تبدیل کرنے سے اس کے مفادات پر ضرب پڑے گی۔ ایک کپڑوں کی دکان کو جو اپنے سیلز کے لوگوں سے کہتی ہے کہ وہ اس کے بنائے ہوئے کپڑے پہنیں، مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنی سیلز کے لیے ایسے شخص کو بھرتی کرے جو مذہبی بنیاد پر اس کمپنی کے کپڑے پہننے سے انکار کرے۔

تو جبکہ براہ راست امتیاز پر پابندی ہے، بالواسطہ امتیاز سے بھی حتی الامکان بچنے کی ضرورت ہے اور ممکنہ طور پر ایسے راستے تلاش کیے جائیں جن سے افراد اور گروہوں کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔

جب ایک بار یہ طے ہوجائے کہ پابندی غیر امتیازی ہے ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ متناسب ہے؟

اظہار کو کس حد تک محدود کیا جاسکتا ہے؟ کس چیز پر پابندی ہونی چاہیے؟ کس کے لیے، کب اور کہاں؟

اس میں ایک بہت بڑا فرق ہے کہ کچھ مخصوص پیشوں میں، کچھ مخصوص کام کی جگہوں پر، کچھ مخصوص طرح کے مذہبی لباس پر پابندی لگائی جائے اور گلی میں چلنے والے ہر شخص پر کوئی مذہبی لباس پہننے پر پابندی لگا دی جائے!

چنانچہ بین الاقوامی عدالتیں تناسب کو دیکھتی ہیں۔ امریکی عدالتیں اس سے بھی کڑا معیار اپناتی ہیں --- پابندی یا تحدید زیادہ سے زیادہ ممکنہ نرمی کے ساتھ لگائی جائے۔

ایک آخری پہلو جس پر بعض عدالتیں غور کرتی ہیں، وہ تعبیر کی گنجائش ہے۔ دنیا میں تنوع موجود ہے اور انسانی حقوق کے اصولوں پر قومی سیاق و سباق میں مختلف انداز میں عمل ہوسکتا ہے۔

اسی وجہ سے بعض بین الاقوامی عدالتیں، 'تعبیر کی گنجائش' پر عمل کرتی ہیں جس کا بنیادی طور پرمطلب یہ ہے کہ قومی حکومتیں قومی سیاق و سباق کو بہتر سمجھتی ہیں اور وہ قومی قانون بنانے کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔ بین الاقوامی عدالتیں انہیں ایک حد تک یہ استحقاق دیتی ہیں۔

یہ سوال کہ ریاستوں کو کس حد تک یہ استحقاق حاصل ہونا چاہیئے اورکتنی زیادہ گنجائش انہیں دی جاسکتی ہے، بحث کا ایک اہم موضوع ہے۔

مختصر یہ کہ:

یہ سوچتےہوئے کہ کیا کوئی پابندی جائز ہے، ہم درج ذیل طریقہ کار اختیار کرتے ہیں:

.. *یہ فیصلہ کہ ایک قانون مذہب یا عقیدہ رکھنے یا بدلنے کے آپ کے حتمی حق یا اس کے اظہار کے حق کو محدود کرتا ہے۔*

.. *یہ طے کرنا کہ جس رویے کو محدود کیا گیا وہ تحفظ شدہ اظہار میں شمار ہوتا ہے۔*

.. *یہ دیکھنا کہ پابندی کی کوئی قانونی بنیاد ہے۔*

.. *یہ طے کرنا کہ کوئی اظہار کس حد تک پابندی یا تحدید کی جائز وجہ کے لیے خطرہ ہے جیسا کہ دوسروں کی آزادیاں اور ان کے حقوق۔*

.. *یہ دیکھنا کہ کوئی پابندی براہ راست یا بالواسطہ امتیاز کا باعث ہے۔*

.. *یہ دیکھنا کہ پابندی مسئلے کے تناسب سے ہے اور اس کو حل کرنے میں موثر ہوگی۔*

جب ہم ان دلائل کو سمجھ جاتے ہیں جو عدالت کو انسانی حقوق کی مناسبت سے استعمال کرنے چاہئیں تو ہم اپنے حقوق کی زیادہ بہتر حفاظت کرسکتے ہیں۔ ہم اس عوامی بحث میں بھی زیادہ بہتر طور پر حصہ لے سکتے ہیں کہ آیا عدالتیں اور حکومت ان کو درست طور پر سمجھ رہی ہیں یا کہیں وہ درحقیقت مذہب یا عقیدے کی آزادی کی خلاف ورزی کی مرتکب تو نہیں ہو رہیں۔

Copyright: SMC 2018